ڈاکٹر نورالدین جامی

قرآن حکیم کا نظام عدل
رسول اللہؐ کے تعامل کی روشنی میں

ایک کامل سیرت کیلئے تعامل کی شرط ناگزیر ہے۔

تعامل سے مراد یہ ہے کہ ایک مصلح یا بانی مذھب جو نظریات پیش کر رہا ہو خود اس کا ذاتی عمل بھی اسی کے مطابق ہو۔

ایک اچھا نظریہ ایک خوشنما فلسفہ اور دلچسپ اقوال ہر شخص ہر وقت پیش کر سکتا ہے۔ رسول اللہؐ کی شخصیت جو کہ کامل واکمل ہے۔ آپکی ذات میں یہ پہلو بھی سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ آپ نے جو کچھ کہا اس پر عمل کر کے دکھایا۔ عدل کے ضمن میں بھی قرآن کریم نے جو نظام عدل پیش کیا آپ نے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اس پر عمل کر کے دکھایا۔

کسی وزن یا شے کو دو برابر حصوں میں اس طرح بانٹ دینا کہ دونوں میں سے کسی ایک میں بھی ذرہ برابر کمی بیشی نہ رہے عدل کہلاتا ہے۔ جبکہ عام اصطلاح میں اور قضا کے نقطہ نظر سے عدل کا مفہوم یہ ہے کہ روز مرہ کے معاملات میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے جج یا قاضی عدل و انصاف کے ساتھ ان کے حقوق عامہ کا یوں تحفظ کرے کہ کسی ایک کی حق تلفی نہ ہو۔ پھر عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ایک ایسا نظام قضاء موجود ھو جس میں انصاف خریدنی و فروختنی شے نہ ھو۔ بلکہ وہ جنس عام ھو جسے ھر کوئی بغیر کسی جبرو اکراہ یا خوف و طمع کے آسانی سے حاصل کر سکتا ہو۔

اس بنا پر قرآن حکیم نے جو نظام عدل پیش کیا اس نے انسانوں کو زندگی میں میانہ روی اور اعتدال پر رہنے کی تلقین فرمائی کیونکہ اعتدال خالق کائنات کے آئین قدرت کی شرط اول ہے۔ جس کے تحت عناصر کی ترتیب میں بھی ایک حسین اور پختہ توازن قائم کیا گیا ہے۔ اگر یہ توازن نہ رہے تو نظام کائنات درہم برہم ہو کر رہ جائے۔ کیونکہ یہی نظام عدل کی اساس ہے قرآن کریم نے اس حقیقت کو یہ کہہ کر آشکار فرمایا۔ کہ اے پیارے رسولؐ

وتمت کلمة ربک صدقا و عدلا لامبدل لکلماته (1)۔

اور تیرے رب کی بات سچی اور انصاف کی کائنات میں اس کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں۔

قرآن حکیم نے ہمیں نظام عدل قائم کرنے اور ہر زاویہ زندگی میں عدل و انصاف کو اپنانے کی ہدایت فرمائی۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور کتب ساوی کے نزول کا مقصد بھی یہی تھا کہ لوگ عدل و اعتدال کو اپنائیں۔ اور زندگی میں جادہ عدل سے ہٹنے کی کوشش نہ کریں کیونکہ انسانی زندگی میں امن و سکون کا انحصار عدل پر ہے اور عدل ہی کے سہارے معاشرے کو توازن اور اعتدال کے ساتھ منظم کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ یہی بات اسلام میں نظام عدل کی اساس و بنیاد ہے۔

خداوند کریم نے انبیاء کرام کے ذمہ تبلیغ دین حق کے ساتھ قضا کا فریضہ بھی عائد کیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یا داود انا جعلنٰک خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق (2)۔

اے داود ہم نے آپ کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا پس آپ لوگوں کے درمیان حق (عدل و انصاف) کے ساتھ فیصلہ فرمائیں۔

دوسری آیت میں سرور دو عالم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

انا انزلنا الیک الکتٰب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ

" تحقیق ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی حق کے ساتھ تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمادیں قرآن مجید میں متعدد جگہ عدل و انصاف کا ذکر آیا ہے۔ جس سے منصب قضا و عدل کی اہمیت و عظمت واضح ہوتی ہے۔

واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (3)۔

" اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو "

سورۃ المائدۃ میں ارشاد فرمایا۔

فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھوائھم (4)۔

پس ان کے درمیان اس چیز کے ساتھ حکم کرو جو اللہ نے نازل کی ہے۔ (کتاب) اور ان کے خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔

قرآن کے نظام عدل کے ضمن میں یہ آیات بھی بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

یایھا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم
شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی (5)۔

اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ گواہی دینے کے لئے اللہ کے واسطے قائم رہنے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی آپ کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم جادہ عدل سے ہٹ جاؤ۔ تم انصاف کرو کہ وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

قرآن کریم کے اس نظام عدل کو اللہ کے رسولؐ نے نافذ کر کے دکھایا۔

رسول اللہؐ نے ایسی بے شمار احادیث منقول ہیں۔ جس میں عدل و انصاف کی تاکید اور ظلم و ستم پر دھمکی وارد ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قال رسول اللہؐ القضاۃ ثلثۃ واحد فی الجنۃ و اثنان فی النار فالذی فی الجنۃ فرجل عرف الحق فقضی بہ ورجل عرف الحق فجارفی الحکم فھو فی النار و رجل قضی فی الناس علی جھل فھو فی النار (6)۔

قاضی تین ہیں ایک جنت میں اور دو دوزخ میں جائیں گے پس جس شخص نے حق پہچانا۔ اور اس کے مطابق فیصلہ کیا وہ جنتی ہے اور جس شخص نے حق کو جاننے کے باوجود فیصلہ میں ظلم کیا۔ وہ دوزخی ہے اور جس شخص نے جہالت پر لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا وہ بھی دوزخی ہے۔

ایک دوسری صحیح حدیث میں منقول ہے۔

سات شخصوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دیں گے یہ بیان کرتے ہوئے آنحضورؐ نے ان سات میں سے امام عادل کو مقدم کرتے ہوئے فرمایا انصاف و عدل کرنے والے حاکم قیامت کے دن نور کے منبر پر ہوں گے۔ یہ منبر رحمٰن کے داھنی جانب قائم ہوں گے۔ اور رحمٰن کی دونون جانبیں داھنی ہی ہے (7)۔

یہ احادیث واضح کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ کو عدل و قضاء کی اہمیت کا احساس تھا۔ قرآن مجید نے جو نظام عدل پیش کیا اسکی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ عدل اور اخلاق کا حسین امتزاج پیش کرتا ہے۔ آپؐ سے پہلے تورات و انجیل کے احکام موجود تھے لیکن ان میں توازن نہ تھا' اس کا سبب یہ تھا کہ احکام ایک مخصوص قوم کے مزاج کے مطابق بھیجے گئے تھے اس لئے ان میں انتہائی سختی تھی یا انتہائی نرمی۔ شریعت موسوی اور شریعت عیسوی کا اگر بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ یہود کے لئے جو قوانین تھے وہ عدل پر مبنی تھے عفو ودرگذر رحم و احسان کی اس میں گنجائش تک نہ تھی اس کے مد مقابل شریعت عیسوی احسان نرمی اور خالص اخلاق پر مبنی تھی۔ قانون کی سخت دارو گیر وہاں نظر نہیں آتی۔ جبکہ کسی معاشرے میں توازن قائم کرنے کے لئے عدل و احسان قانون و اخلاق

اور انتقام و عفو کے امتزاج کی ضرورت ہے اس کے بغیر کوئی معتدل معاشرہ وجود میں آ ہی نہیں سکتا جبکہ رسولؐ نے قرآن مجید کے نظام عدل کی روشنی میں جو تعامل فرمایا وہ قانون اور اخلاق کا حسین امتزاج تھا۔ قانون فوجداری میں توراۃ کا اصول عادلانہ انتقام ہے۔ جسکی بنیاد" برائی کے بدلہ برائی" پر ہے۔

" اور جو کوئی کسی شخص کو مار ڈالے وہ ضرور جان سے مارا جائے اور جو کوئی کسی چوپائے کو مار ڈالے وہ اس کا معاوضہ جان کے بدلے جان دے۔ اگر کوئی شخص اپنے ہمسایہ کو عیب دار بنا دے تو جیسے اس نے کیا ویسا ہی اس سے کیا جائے یعنی عضو توڑنے کے بدلے عضو توڑے اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت جیسا عیب اس نے دوسرے آدمی میں پیدا کیا ہے ویسا ہی اس میں بھی پیدا کر دیا جائے" (8)-

اس کے برعکس انجیل سراسر اخلاق اور حکیمانہ وعظ ہے اس مسئلہ مین انجیل کو ملاحظہ فرمائیے :

تم سن چکے ہو کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اسکی طرف پھیر دے اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو چوغا بھی اسے پہنا دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے تو اس کے ساتھ دو کوس چلا جا تم سن چکے ہو کہا گیا تھا کہ اپنے پڑوسی سے محبت رکھ اور اپنے دشمن سے عداوت' لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا کرو (9)-

انجیل کی اس روحانی تعلیم کا اثر یہ ہوا کہ عیسائیت میں خانقاہی نظام وجود میں آیا۔ رہبانیت نے جنم لیا۔ اور قانون کے سلسلے میں کلیسا کو جب انجیل سے کوئی مدد نہ مل سکی تو پاپائیت کا آغاز ہوا۔

اس کے مد مقابل نبی کریمؐ قرآن مجید کے نظام عدل کی روشنی میں جو پیغام لیکر تشریف لائے وہ کسی علاقہ یا زمانہ کے ساتھ مخصوص نہ تھا وہ ایک عالمگیر پیغام تھا۔ اس لئے فطری طور پر اس میں وہ ساری خوبیاں تھیں جو رہتی دنیا تک انسانوں کے لئے ہر زبان و مکاں میں باعث ہدایت بن سکتی ہیں آپ کے لائے ہوئے احکام میں اعتدال تھا یہودیت و عیسائیت کی طرح وہ یک طرفہ نہ تھے آپ نے دنیا کے سامنے ایسا ضابطہ حیات پیش کیا جس کی اساس فطرت پر تھی۔

معاشرہ میں استحکام پیدا کرنے کیلئے عدل و انتقام سزا و دار و گیر ضروری ہیں۔ اس کے بغیر جرائم کا انسداد نہیں ہو سکتا معاشرہ کو اجتماعی برائیوں سے پاک رکھنے لئے قانون و عدل نہایت ضروری ہیں عدل کے بغیر امن و امان قائم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اسلام نے ایسے جرائم میں حدیں مقرر کی ہیں

جن کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے۔ جیسے چوری زنا' قتل' لوٹ مار' شراب نوشی وغیرہ۔ انتقام و سزا کا حق صرف ان لوگوں کو دیا گیا ہے۔ جن کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور ہو تاہم عدل و قانون کے نفاذ سے جرائم کا انسداد ضروری ہو جاتا ہے۔ اور معاشرہ برائیوں سے پاک رہتا ہے۔ لیکن اس سے برائی سے نفرت پیدا نہیں ہوتی روح میں بالیدگی اور نفس کا تزکیہ اس سے ممکن نہیں لہذا قانون کے ساتھ اخلاق کی تعلیم بھی ضروری ہے۔ اس لئے نبی کریمؐ نے ایک طرف جرم کی سزا اور انتقام کی سختی سے تاکید فرمائی تو دوسری طرف آپس کے معاملات میں جن کا تعلق انفرادی زندگی سے تھا' عفو و درگزر کی تعلیم دیکر معاشرہ میں جماعت و افراد دونوں کو استحکام بخشا۔

ہم ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ قرآن مجید نے اپنے قصاص کے حکم میں قانون اور اخلاق دونوں کی رعایت ملحوظ رکھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یایھاالذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلٰی الحر بالحرو العبد بالعبد والا نثٰی بالانثٰی فمن عفی له من اخیه شیئ فاتباع بالمعروف واداء الیه باحسان (10)-

اے ایمان والو! تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو آزاد کے بدلے آزاد اور عورت کے بدلے عورت جس کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا جائے۔ تو پسندیدہ طریقہ سے اسکی پیروی کرنا ہے اور بھلائی کے ساتھ اسے ادا کرنا ہے۔

اسی طرح قصاص کے بارے میں تورات کا قانون عدل بیان کرنے کے بعد قرآن مجید نے اپنی امتیازی شان کے ساتھ عفو و درگزر کی ترغیب بھی دی ہے۔

فمن تصدق به فهو کفارة له (11)-

لیکن جو شخص بدلہ معاف کر دے وہ اس کے لیے کفارہ ہو گا

آنحضرتؐ کی تعلیمات میں عدل و احسان کی اس جامعیت کی طرف قرآن مجید نے بھی اشارہ کیا ہے۔

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خیر للصابرین (12)-

اور اگر تم بدلہ لو اسی قدر بدلہ لو جس قدر تم کو تکلیف پہنچائی گئی اور اگر تم صبر کرو تو یقیناً صبر کرنے والوں کے حق میں بہتر یہی ہے۔

قرآن کریم نے عدل کے ساتھ اخلاق کی بھی تعلیم دی رسول اللہؐ نے اپنے تعامل سے اس کا

عملی نقشہ بھی پیش فرمایا۔ رسول اللہؐ کے قائم کردہ عدالتی نظام میں سب سے زیادہ اہمیت عدالت میں پیش کی جانے والی شہادت پر ہے۔ مقدمے کے فیصلے کا قطعی انحصار ظاہری شہادت پر ہوتا ہے۔ یہ طریق کار رسول اللہؐ کے وضع کردہ عدالتی اصولوں پر مبنی تھا۔ آپ نے ایک مقدمہ میں فریقین کو مخاطب کرتے ہوئے عدالت میں فرمایا:

انما انا بشر و انکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحسن بحجنه من بعض فاقضی علی نحو ما اسمع فمن قضیت له بحق اخیه شیا فلا یاخذه فانما اقطع له قطعة من النار (13)

"میں ایک بشر ہوں تم اپنے تنازعے میرے پاس لاتے ہو ہو سکتا ہے تم میں سے ایک دوسرے کے مقابلے میں اپنی حجت زیادہ خوش آوازی سے پیش کرے اور میں جو سنوں اس کے مطابق فیصلہ کروں لہٰذا جس شخص کے حق میں میں اس کے بھائی (مخالف) کے حق کا فیصلہ دے دوں اسے اپنے بھائی کا حق نہیں لینا چاہیے کیونکہ ایسی صورت میں در حقیقت میں اسے جہنم کا ایک ٹکڑا دیتا ہوں"۔ شہادت کے ضمن میں آپ کا تعامل دو طرح سے ہے۔ حدیث کے ان الفاظ پر غور فرمائیے۔ فاقضی علی نحو ما اسمع (13)۔

(پس میں جو کچھ سنوں اس کے مطابق فیصلہ دوں اور " فاحسب انه صادق " اور میں یہ سمجھوں کہ وہ سچا ہے اس اصول کی بنیادیں ہیں کہ مقدمات ظاہری شہادت پر فیصل ہوتے ہیں۔ ابن العربی مندرجہ بالا اصول کی تشریح میں یہ قاعدہ وضع کرتے ہیں کہ فیصلہ ظاہر شہادت پر ہو گا۔ اس کے پوشیدہ معنی پر ہرگز نہ ہو گا۔

"ان القضا انما یکون بظاہر القول لا بباطن الحال فان کان الحکم فی الظاہر بما لا یحل له فی الباطن (14)۔

مندرجہ بالا مقدمہ کا آخری حصہ جسے ابوداود نے روایت کیا ہے اخلاقی نقطہ نظر سے اہم ہے۔ رسولؐ سے یہ سن کر ظاہر شہادت پر مبنی حاکم کا فیصلہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں بنا دیتا۔ (فان قضا الحاکم لا یحل حرام ولا یحرم حلالا (15)۔

مقدمہ کے فریقین رو پڑے انہوں نے ایک دوسرے سے کہا میرا حق تمہارے لیے ہے اس پر رسولؐ نے انہیں نصیحت کی کہ اگر ان میں سمجھوتہ ہو گیا ہے تو قرعہ سے برابر بانٹ لیں۔

قانون دانوں کو یہ بات عجیب محسوس ہو گی کہ عدلیہ کا سربراہ عدالت میں معلم اخلاق کا فرض بھی ادا کر رہا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ آپؐ کا اولین فریضہ نبوت تھا آپ کا بنیادی فرض لوگوں کو تعلیم

دینا اور اخلاقی طور پر باشعور بنانا تھا ان فرائض کی انجام دہی کے دوران اگر لوگوں کے درمیان کوئی تنازعہ ہوتا تو رسولؐ ان کے درمیان جج کا فرض ادا کرتے آپ کا یہ تعامل قرآن مجید کے اس حکم کے پیش نظر ہے۔

فان تنازعتم فی شی فردوہ الی اللہ والرسول (16)۔

" اگر تمہارے درمیان جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور رسولؐ کے سپرد کرو" رسولؐ کا بطور جج کے فریضہ سرانجام دیتے ہوئے زندگی کے قانون اور اخلاقی پہلوؤں کا یہ امتزاج اور ترکیب قرآنی نظام عدل کی نمایاں خصوصیت ہے جو اسے دیگر عدالتی نظاموں سے ممتاز کرتی ہے۔ یہاں یہ صراحت غیر مناسب نہ ہو گی کہ اخلاق سے عاری قانون لوگوں کو مزید مقدمہ بازی پر اکساتا ہے۔ اور محض قانونی کاروائی پر مبنی فیصلہ اور احکام ہمیشہ اس شخص کی تسلی کا باعث نہیں ہوتے جس کا حق شہادت کی عدم فراہمی کی بنا پر مارا جائے یہاں زیر حوالہ مقدمہ میں قانونی طور پر فیصلہ اس شخص کے حق میں ہو سکتا تھا۔ جو زیادہ خوش الحان اور فصیح تھا۔ اور جو اطمینان بخش دلائل دے سکتا تھا۔ مگر اخلاقی طور پر اس کا مخالف زیادہ' مضبوط موقف کا حامل ہو سکتا تھا۔ تاہم عدلیہ کے قواعد جو رسولؐ نے مرتب کیے بہت واضح ہیں۔ عدالتی حکم اور فیصلے ظاہری شہادت کی بنا پر کئے جائیں گے تاہم فریقین کو نصیحت کی جانی چاہیے کہ مذہبی نقطہ نظر سے عادلتی فیصلہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں بنا سکتا۔ جس کے لئے مجرم یوم حساب کو جواب دہ ہو گا۔

قانون سے لاعلمی کوئی عذر نہیں مغرب میں رومن لاء اور کامن لاء کے حامیوں کا مقبول عام اصول ہے کہ۔ Ignorance of Law is no excuse قرآن کریم کا نظام عدل اس اصول کو مسترد کرتا ہے کہ قرآنی آئین کے مطابق ایک شخص ایسی صورت میں قانون کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار پائیگا جب قانون اسے مناسب طور پر بتا دیا گیا ہو ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وما کنا معذبین حتٰی نبعث رسولا (17)۔

ہم اس وقت تک سزا نہیں دیتے جب تک ہم ایک پیغمبر نہ بھیج دیں۔

وتلک حدود اللہ یبینھا لقوم یعلمون (18)۔

اور یہ حدود اللہ ہیں جنہیں اللہ کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ اس قوم کے لیے جو جاننا چاہتی ہے۔

رسول اللہؐ کا تعامل بھی قرآن مجید کی روشنی میں یہی ہے۔ کہ کسی شہری کو کسی جرم کا ملزم قرار دینے سے پہلے اسے قانون کا علم سکھانا ضروری ہے۔ جیسا کہ ابن شرجیل نے بیان کیا ہے۔" میں اپنے چچاؤں کے ساتھ مدینہ آیا میں ایک باغ میں داخل ہوا اور وہاں سے اناج کی چند بالیاں لیں اور

انہیں مسل ڈالا اس موقعہ پر باغ کا مالک آن پہنچا۔ جس نے میرے کپڑے اتار دیئے اور مجھے مارا۔ میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انصاف کی فریاد کی۔ آپ نے ایک جماعت ملزم کے پاس بھیجی جو اس کو اپنے ہمراہ لے آئی۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کس چیز نے تمہیں اس کو مارنے پر مجبور کیا؟ اس نے کہا رسول اللہؐ " میرے باغ میں داخل ہوا وہاں سے اناج کی کچھ بالیاں لیں۔ اور انہیں مسل ڈالا۔ رسول اللہ نے اسے تنبیہہ کی اور فرمایا کہ' اگر وہ لاعلم تھا تو آپ نے اسے سکھایا اگر وہ بھوکا تھا تم نے اس کے لئے خوراک مہیا کی؟ اس کے کپڑے واپس کرو۔ آپ نے میرے لئے ایک یا آدھا وسق اناج دینے کا حکم دیا۔ (19)

آپؐ کے اس تعامل سے اسکی صراحت ملتی ہے کہ پہلے قانون کا علم سکھایا جائے۔ بنیادی ضروریات زندگی بھی مہیا کرنا حکومت کے فرائض میں شامل ہے یہ خیال کہ ملک کے ہر شہری کو قانون بتانا اور سمجھنا مشکل ہے' درست نہیں ہر نظریاتی ریاست کا اولین فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنا نظریہ حیات قوم کے ہر فرد تک پہنچائے۔ عہد حاضر میں ریڈیو' ٹیلی ویژن اخبارات جرائد و کتب کے ذریعہ اسے ہر شہری تک پہنچایا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ نے قرآن کے نظام عدل پر خود بھی عمل کر کے دکھایا آپؐ ہر وقت عوام کی شکایات دور کرنے کے لیے آمادہ رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک صحابی نے آپؐ کے کسی فعل کے خلاف شکایت کی اور الحق و العدل کے نام پر آپ سے انصاف کی اپیل کی آپ نے فوراً" اپنے آپ کو بدلہ کے لئے پیش کر دیا۔ ابن اسحاق نے یہ مقدمہ یوں روایت کیا ہے۔

بدر کے دن رسول اللہؐ نے اپنے اصحاب کی صفوں کو اپنے ہاتھ میں ایک تیر کی نوک سے سیدھا کیا۔ جب آپ سواد بن غزیہ کے پاس سے گزرے جو عدی بن النجار کا حلیف تھا۔ اور صف سے باہر کھڑا ہوا تھا تو آپ نے اس کے پیٹ میں یہ کہتے ہوئے چھویا اے سواد صف میں کھڑے ہو وہ چلایا اے پیغمبر خدا آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق و انصاف کے لیے بھیجا ہے اور کہا کہ بدلے میں اجازت دیجئے میں بھی آپ کو تیر چبھوؤں۔ رسول اللہؐ نے فوراً" اپنا پیٹ ننگا کر دیا اور کہا تیر چبھو لو سواد آپ کے پیٹ سے لپٹ گئے اور آپ کے شکم پر بوسہ دیا۔

رسول اللہؐ نے سواد سے پوچھا کہ تجھے ایسا کرنے پر کس نے مجبور کیا اس نے جواب دیا اے رسول اللہؐ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کسی جنگ سے دو چار ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ساتھ میری آخری ملاقات ہے میں اپنا بدن آپ کے بطن سے چھونا چاہتا تھا۔ رسول اللہ نے اس کے لیے دعا دی۔ (20)

آپ صلی اللہ ؐ کے اس تعامل سے بھی اسلامی نظام عدالت کے متعدد قواعد و کلیات اصول و ضوابط روشن ہوتے ہیں۔

اس نظام میں سربراہ حکومت و عدلیہ کو آئین اور قانون میں عام شہریوں پر کوئی امتیاز حاصل نہیں۔ اسلامی ریاست کا عام شہری سربراہ حکومت کے خلاف بھی عدالت میں مقدمہ دائر کر سکتا ہے۔ نیز سربراہ حکومت کو اپنے خلاف مقدمہ کے دفاع میں وہی طریق اختیار کرنا پڑیگا جو ایک عام شہری ایک دوسرے عام شہری کے خلاف اپناتا ہے۔ یہ شاید تاریخ میں نادر مثال ہے کہ ایک حاکم وقت نے اپنے آپکو آئین کا پابند بنایا ہو۔ اس وقت بھی دنیا میں جتنے دساتیر موجود ہیں۔ ان میں بھی حکمرانوں کے لئے آئینی قانونی اور عدالتی تحفظ موجود ہے۔ پاکستان میں اس وقت 1973 کا جو آئین نافذ العمل ہے اسکی دفعہ نمبر248 میں صدر وزیراعظم صوبائی گورنر وفاقی و صوبائی وزراء کو تحفظ دیا گیا ہے۔ کہ اگر یہ حاکم لوگ کسی قسم کی قانونی خلاف ورزی کا ارتکاب کریں۔ تو عدالت میں پیش ہونے سے مستثنیٰ ہوں۔

جبکہ قرآنی نظام عدالت کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ مسلمان فوجوں کے کمانڈر انچیف بھی اگر کسی زیادتی کے مرتکب ہوئے تو وہ بھی عدالت کے سامنے جوابدہ ہوتے تھے۔ کوئی بھی قانون سے بالا نہیں تھا۔ بلکہ وہ ایک مساویانہ عادلانہ نظام تھا سیاسی معاشرتی یا معاشی کسی بھی اعتبار سے شہریوں میں امتیاز کا قطعاً کوئی تصور نہیں تھا۔

رسول اللہ ؐ کی قائم کردہ عدلیہ کی سب سے نمایاں خصوصیت اسکی غیر جانبداری تھی وہ بے رو رعایت انصاف کے بنیادی اصولوں کے پابند تھے۔ اور آپ نے سختی سے قانون کی عملداری قائم رکھی تھی۔ کسی شخص کا سماجی' سیاسی یا مذہبی مرتبہ خواہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو تا مدینہ کے نظام عدل پر ہرگز اثر انداز نہیں ہو سکتا تھا۔

درج ذیل تعامل سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے کہ آپ نے قرآن کریم کے نظام عدل پر کس طرح عمل کر کے دکھایا۔

آپ کے عہد میں ایک ایسی خاتون چوری کی مرتکب ہوئیں جو شریف اور اونچے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ قریش کو اسکی بڑی فکر ہوئی انہوں نے سوچنا شروع کیا کہ کون شخص ایسا ہو سکتا ہے جو رسول اللہ ؐ سے اسکی سفارش کرے۔ بالآخر طے پایا کہ اسکی جرأت اسامہ بن زید ہی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ آپ کے بڑے چہیتے تھے۔ لوگوں کے اصرار پر حضرت اسامہ نے لب کشائی کی جسارت کی تو آپ صلی اللہ ؐ نے فرمایا۔

انما هلک من کان قبلکم انهم کانوا یقیمون الحد علی الوضیع و یترکون الشریف والذی نفسی بیدہ لو فاطمة فعلت ذلک لقطعت یدھا۔ (21)

تم سے پہلے والے اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ سزا پنچ لوگوں کو دیتے اور شریفوں کو چھوڑ دیتے قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ اگر فاطمہ (میری بیٹی) وہ کام کرتی تو یقیناً میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

رسول اللہؐ کی سیرت شاہد ہے کہ قرآن کریم نے عدل کے بارے میں جو احکامات دیئے آپ نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ آپ نے قرآنی دستور کے مطابق ایک مکمل نظام عدالت قائم کیا۔ جس میں قانون و انصاف کی بالا دستی تھی۔ قانون کی تنفیذ کے لئے قانون شہادت کو لازم قرار دیا۔ گواہوں کے لئے ہدایات دیں کہ وہ سچی گواہی دیں۔ اور جب بھی انہیں گواہی کے لیے بلایا جائے وہ انکار نہ کریں۔ بعض اوقات آپ نے قرآنی شہادت کو بھی قبول فرمایا۔ اس طرح ملزم کا اقرار بھی مقدمے کے فیصلے کے لئے کافی سمجھا گیا۔ بعض ایسے مقدمات ہیں جن کا فیصلہ رسول اللہؐ نے اقبال جرم کی بنیاد پر فرمایا۔ مثلاً ماعز الاسلمی اور قبیلہ جھینیہ کی ایک عورت نے بھی اقبال جرم کیا آپ نے سنگساری کا حکم دیا۔ (22)

یہ سب تعامل واضح کرتے ہیں کہ عہد رسالت میں نظام عدالت مستحکم، مضبوط اصولوں، قاعدوں، ضابطوں اور قوانین پر مشتمل تھا۔

عہد رسالت میں عدالتی طریق کار منضبط اور مربوط شکل میں معرض وجود میں آچکا تھا۔ تفتیش کا محکمہ قائم تھا۔ ملزماں و مدعا علیہم پر فرد جرم عائد کی جاتی تھی۔ فریقین مقدمہ کی عدالت میں حاضری ضروری قرار دی جا چکی تھی فریقین کے ساتھ مساوی یکساں سلوک کا طریق کار اپنایا جاتا تھا۔ عدالتوں میں قاضیوں کے طرز عمل اور رویئے کا طریق کار وضع ہو کر نافذ العمل تھا۔ عہد رسالت میں نظام عدالت کا یہ نقشہ اتنا واضح اور روشن ہے کہ اس میں کسی ابہام کی کوئی گنجائش نہیں۔

مستشرقین جنہوں نے ہمیشہ ارتیاب و تشکیک کو جنم دیا ہے۔ رسول اللہؐ کے نظام معدلت پر بھی تشکیک کا اظہار کیا ہے مشہور مستشرق ا۔مل تیان نے یہ کوشش کی ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں عدالتی نظام کا کوئی تصور نہیں تھا۔ اس کا موقف یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے قبل از اسلام کے رواج و خون بہا کو بغیر کسی ترمیم کے اپنایا۔ آپ نے قدیم ثالثی نظام کو اپنایا اور کوئی نیا عدالتی نظام قائم نہیں کیا۔ تیان نے ایک بہت ہی غیر معقول دعویٰ کیا ہے:

" یہ بات قابل توجہ ہے کہ قرآن کے تمام متون میں جہاں انصاف کا ذکر ہے اسے ہمیشہ اسی

ایک اصطلاح سے پکارا گیا ہے جس کا اسلام سے پہلے اس پر اطلاق ہوتا تھا۔ یعنی تحکیم جو حتمی طور پر ثالثی نظام کا تصور دیتا ہے۔ (23)

حالانکہ تمام تاریخی شواہد جو ہم نے بیان کیے ہیں اسکی نفی کرتے ہیں۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ تیان نے قرآن کریم میں استعمال ہونے والی بہت سی ایسی واضح اور غیر مبہم اصطلاحات کو بھی نظر انداز کر دیا ہے۔ جو حکم کے مترادفات ہیں' مثلاً" امر' عدل قسط' قضا۔ حکم کی اصطلاح کے معاملہ میں بھی معقولیت سے کام نہیں لیا گیا۔ اس نے دانستہ اس اصطلاح کا صرف ایک معنی یعنی ثالثی بیان کیا ہے۔ قرآن مجید کے مطابق یہ مفہوم کنا یہ ہے اصلی نہیں اس نے بڑی ہوشیاری سے اس اصل مفہوم کو رد کر دیا جو قرآن میں مستعمل ہے یعنی فیصلہ اور عدالتی نظام۔

حالانکہ مستشرقین کی ایک جماعت جن میں مشہور مستشرق گولڈزیئر (24) کے مطابق رسول اللہؐ کی بعثت کے فوراً" بعد ان کا عمل اور کردار نئی مسلم امت کے لیے سنت قرار دیا گیا تھا اور قبل از اسلام کی عرب سنت ختم ہو کر رہ گئی تھی۔ ڈنکن بی میکڈونلڈ جوزف شاخت مجید خدودی این جے کولسن بھی اس موقف کے حامی ہیں کہ رسول اللہؐ نے قبل از اسلام کے نظام کے مد مقابل اپنا ایک ایک مضبوط عدالتی نظام جس میں قتل' چوری' قذف' زنا' لعان فوجداری قوانین' نکاح طلاق' وارثت کے شخصی قوانین' زکواۃ عشر جزیہ زراعت تجارت' منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کے دیوانی اور مالیاتی قوانین منکوحہ سے زنا اور دیگر فوجداری معاملات پر مبنی قوانین تھے۔ اور پورا قضاء و عدالت کا نظام موجود تھا۔ عبدالحی کتانی نے کتاب نظام الحکومتہ النبویہ المسمٰی التراتیب الاداریہ میں ان گورنروں منتظمین اور ججوں کی ایک مفصل فہرست مرتب کی ہے جنہیں رسول اللہؐ نے اپنے ماتحت مختلف صوبوں اور ضلعوں کا پر مامور کیا تھا۔ الکتانی نے ان کے نام مقام اور فرائض مختلف مورخین جغرافیہ نویسوں ماہرین انساب محدثین تذکرہ نویسوں اور ادیبوں اور شاعروں کی کتابوں سے اکٹھے کئے ہیں۔ (29)

درج بالا حقائق اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں کہ رسول اللہؐ نے قرآن مجید کے احکام اور اپنے تعامل کی روشنی میں ایک جامع منظم اور مربوط نظام عدل پیش کیا۔ جسکی نظیر دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ماخذ و مراجع

1- القرآن الحکیم - 6 : 115

2- القرآن الحکیم - 38 : 26

3- القرآن الحکیم - 5 : 26

4- القرآن الحکیم - 3 : 48

5- القرآن الحکیم - 5 : 8

6- ابوداؤد، سنن، طبع نو لکشور، 1293ھ ج 2 ص 147

7- طرابلسی، معین الحکام مطبوعہ مصر

8- اخبار 24 , 17

خروج 21 , 12

9- متی 5 ; 38 - 45

10- القرآن الحکیم , 2 : 178

11- القرآن الحکیم 5 : 48

12- القرآن الحکیم 16 : 126

13- نسائی، امام، سنن نسائی، کتاب آداب القضاۃ، باب الحکم بالظاہر الجزء الثامن، صفحہ 233

14- بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری مطبوعہ مصطفیٰ البابی، 1377ج 9 ص- 90

15- ابن العربی المالکی، شرح صحیح الترمذی، مطبوعہ المصریہ الازھریہ 1350ھ کتاب الاحکام ج 6 ص، 83

ابن حجر عسقلانی نے بھی زیر حوالہ قاعدہ کی مفصل تشریح دی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔ فتح الباری شرح بخاری کتاب الاحکام

مزید ملاحظہ فرمایئے۔

حافظ المنذری مختصر سنن ابوداؤد مطبعہ السر المحمدیہ 1368ھ / 19429ء 1389ھ ج 2 ص 210

16- القرآن الحکیم 4 : 59

17- القرآن الحکیم 17 : 15

18- القرآن الحکیم 2 : 230

19- النسائی، سنن مطبوعہ 1383ھ 1964ء کتاب اداب القضاء، باب الاستعداد، جلد الثامن، صفحہ 240

20- ابن ہشام، السیرۃ النبویہ ایڈیشن مصر ج 1 ص - 626

21- بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الحدود باب الکراهیۃ الفاعۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ج 2 ص، 203

ابن ماجہ، سنن، کتاب الحدود مطبعہ مصطفیٰ البابی 1373ھ / 1953 ج 2 ص 851

22- تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے۔ الترمذی، الصحیح، کتاب الحدود باب سوال الامام ج 8، ص 207

-24 Fazal ur-Rehman, Methedology in History, Institute of Islamic Research Karachi, 1965 p.4.

-25 Duncan B macdonald, Development of Muslim Theory Jurisprudence and Constitutional Theory, Lahore 1960

-26 Majid Khadduri, War and peace in the law of Islam, Oxford 1964. p.p. 10-14.

-27 Majid Khadduri, War and peace in the law of Islam Johns Hopkins, 1960 pp 4,8.

-28 Coulson, N.J. 'A History of Islamic Law, Edin Burgh 1964, p.p. 23,26.

29- الکتانی عبدالحی، نظام الحکومۃ النبویہ، التراتیب الاداریہ مطبوعہ بیروت ج 1 ص 45-240